AL-JAMEI Research Journal
ISSN (Print) 3006-4775 (Online) 3006-4783

https://aljamei.com/index.php/ajrj

Moral Decline and the Role of the Prophetic Moral Training Strategy

اخلاقی انحطاط اور نبوی منصب تزکیہ و تکمیل اخلاق کی حکمت عملی

Dr. Ambreen Atiq
HOD Social Sciences, GreenwichUniversity,dr.ambreenatiq@greenwich.edu.pk

Abstract:

Islam is a perfect religion and a complete and comprehensive system of life. It is the basic code of life for mankind provided by Allah SWT. Islam defines the basic rules of life in Qur'an, and the 'Sunnah of the Prophet is the practical implementation of Quran for all areas of life that no corner is left behind.

The life of Prophet Muhammad ﷺ is the role model for all humanity. Every point of morality and practice that was taught to others, Prophet Muhammad himself was its practical figure. He had set an ideal model that can be easily followed by every member of the Muslim Ummah. He focused on Individual training of persons, which made it possible to develop a trained group of people, who laid the foundation of Islamic society. This is the main component of prophetic training and educational strategy that it prepares individuals spiritually and intellectually so that a strong, empowered and independent persons comes forward and initiates the foundation of righteous society. Prophet (pbuh) made individual training through theoretical and intellectual reform and at the same time, he (pbuh) reformed people's actions and character by becoming a practical interpretation of the Qur'an. .Before his words, he instructed and trained people with his actions. This research article aims to highlight the training strategy of Prophet Muhammad PBUH to work on the character building of individuals with the reformation of their spiritual souls with benevolence, tolerance, love, well-being and goodness for others.

KEY WORDS: religion, Sunnah, educational, spiritually, humanity, character building

بنیادی ضابطہ دین:

اِسلام نوعِ انسانی کی خشک سوکھے ہوتے ہوئے نخلِ زِندگی کے لیے پیغامِ ابرِ کرم ہے اَور آفاق گیر بارانِ رحمت ہے۔ جس کے نزول کے ساتھ اُمّتِ مسلمہ کی ہر شاخ سرسبز و شاداب ہوتی ہے اَور ہر شعبہ حیات سیر اب و شاداب ہو تا ہے اَور بھرپور نشو نما پاتا ہے۔ اِسلام ایک

کامل دین ہے۔ اَور ایک مکمل جامع ومانع نظامِ حیات ہے۔ باری تعالیٰ نے نوعِ اِنسانی کے لیے دینِ اِسلام کی شکل میں بنیادی ضابطہ حیات فراہم کیاہے۔اِرشادہے:

اِن الدِّیْنَ عِنْدَاللہِ الْاِسْلَام[1]

ترجمہ: دین تواللہ کے نزدیک اسلام ہے۔

سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ لکھتے ہیں:"اِسلام محض ایک مذہب یا طرز زندگی نہیں بلکہ درحقیقت اِسلام ہی ایک حقیقی اَور صحیح طریقہ زندگی یا طرزِ فکر و عمل ہے"۔[2]

اِسلام ہی نوعِ اِنسانی کا وہ صحیح طرزِ عمل ہے جو بارگاہِ الٰہی میں قابلِ قبول ہے۔یہی وہ طریقہ زندگی ہے جس کی ابتدا کرۂ ارض پر پہلے اِنسان کے ظہور کے ساتھ ہی شروع ہوئی تھی۔اُس کے بعد دُنیا کے مختلف گوشوں میں مختلف پیغمبروں نے بھی اِسی طریقہ کارزندگی یعنی اِسلام کی طرف دعوت دی۔اَور سب سے آخر میں حضرت محمد ﷺ نے دُنیا کو اِسلام کی دعوت دی۔اِسلام اللہ اَور اُس کے رسول کی اِطاعت کا نام ہے۔ اَور مسلمان وہ ہے جو اپنی خواہشاتِ نفس اَور دُنیا کے لوگوں کی اِطاعت کو چھوڑ کر خدا کی بارگاہ میں سرِ اطاعت خم کردے۔اَور تمام معاملات و مسائل میں صرف اللہ کے احکامات سے رجوع کرے۔خدا کے نازل کردہ احکامات وشریعت پر پوری طرح عمل درآمد کرے۔ایسانہ ہو کہ عقائد و عبادات اَور اخلاق و معاملات میں تو احکامِ شریعت کی پابندی ہو لیکن معاشرتی و تمدنی، سیاسی و معاشی اُمور میں دوسری گمراہ کن اقوام کے افکار و عمل کی پیروی کرنے لگے اَور نہ ہی آبائی رسم ورواج پر چلے یہی وہ شیطان کاراستہ ہے جس کی وضاحت کی گئی ہے۔اِرشادہے:

یَا أَیُّہَا الَّذِیْنَ آمَنُواْ ادْخُلُواْ فِیْ السِّلْمِ کَآفَّۃً وَلاَ تَتَّبِعُواْ خُطُوَاتِ الشَّیْطَانِ إِنَّہُ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ[3]

ترجمہ: اے ایمان والو! اِسلام میں پورے کے پورے داخل ہوجاؤ اَور شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرووہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

اِسلام ہی درحقیقت وہ بنیادی ضابطہ ہے جو نسلِ اِنسانی کو کفریہ و شرکیہ عقائد و اعمال، غیر اِسلامی افکار و نظریات اَور ہر طرح کی گمراہیوں اَور کمزوریوں سے محفوظ رکھتا ہے اَور تمام مسائلِ حیات کا حل کتاب اللہ یعنی قرآن مجید اَور سُنّت رسول ﷺ کی شکل میں پیش کرتا ہے۔

اِسلام کی کلید قرآن مجید ہے۔یہی وہ اصول اَوّلیہ ہے جہاں سے تمام قاعدے اَور ضابطے مقرر کیے جاتے ہیں۔اِنسانی زندگی کے تمام شعبہ جات کے لیے مقرر کردہ اُصول وضوابط اَور قوانین کا مآخذ قرآن مجید ہے۔اِسلام کی تمام تر تعلیمات خواہ اُن کا تعلق عبادات وعقاید سے ہو، افکار و عمل سے ہو، معاشرت یا سیاست سے ہو، اِن اُصول و اساسیات کا تعلق صرف قرآن مجید سے ہی ہے۔پس لازم ہے کہ قرآن مجید کو ہی صراط مستقیم تسلیم کیا جائے۔قرآن اپنے دامن میں تمام نفسی و آفاقی حقیقتیں سموئے ہوئے ہے۔قرآن تمام غیبی حقائق سے پردہ اُٹھاتا ہے جو اِنسان کی فلاح و بہبود کے لیے لازم ہیں۔باری تعالیٰ کے مرتب کردہ اُصول و قوانین سے آگاہی فراہم کرتا ہے اَور بنی نوعِ انسان کی زندگی کے حقائق،اَور انسانی اجتماعیت کے سربستہ راز کو واکرتا ہے۔اَور اللہ کی نازل کردہ اُن نشانیوں کو سامنے لاتا ہے جن سے روشنی وہدایت حاصل کرکے ہی اِنسان دنیاو آخرت کی کامیابی حاصل کرسکتاہے۔سورۃ النساء:174 میں ارشاد ہے:

یاَیُّھَاالنَّاسُ قَدْجَآءَ کُمْ بُرْھَانٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْکُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا[4]

ترجمہ: لوگو! تمھارے پروردگار کی طرف سے تمھارے پاس دلیل (روشن) آچکی ہے اَور ہم نے (کفر اَور ضلالت کا اندھیرادور کرنے کو) تمھاری طرف چمکتا ہوا نور بھیج دیا ہے۔

قرآن وہ کسوٹی ہے جو زندگی عطا کرتی ہے۔ اِنسان کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتی ہے۔ اِس روشنی کے طفیل اِنسان ہدایت کے راستہ پر گامزن ہو جاتا ہے۔

سنت نبوی:

قرآن کے مضبوط سہارے کے ساتھ ہی اِسلام بنیادی ضابطہ کی وضاحت ' سُنّتِ رسول سے کرتا ہے، جہاں زندگی کے تمام شعبہ جات کے لیے ایسی جامع اَور واضح ہدایات موجود ہیں کہ کوئی بھی گوشہ تشنہ نہیں ہے۔ اِرشاد ہے :

لَقَدْ مَنَّ اللهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ[5]

ترجمہ: اللہ نے مومنوں پر بڑا احسان کیا ہے کہ اُن میں انھی میں سے ایک پیغمبر بھیجے۔ جو اُن کو اللہ کی آیتیں پڑھ کر سناتے اَور اُن کو پاک کرتے (اللہ کی) کتاب اَور دانائی سکھاتے ہیں۔

حضرت محمد ﷺ کی سیرت طیبہ میں ہی بہترین، کامیاب اِنفرادی و اِجتماعی زندگی گزارنے کا کامل نمونہ ہے۔ اِرشاد ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللهَ كَثِيْرًا[6]

ترجمہ: تم کو اللہ کے پیغمبر کی پیروی (کرنی) بہتر ہے۔ اُس شخص کو جسے اللہ اَور روزِ قیامت کی امید ہو اَور وہ اللہ کا ذِکر کثرت سے کرتا ہو۔

اخلاق نبوی:

ڈاکٹر نصیر احمد ناصر اپنے مقالے "اُسوۂ رحمۃ اللعلمین خُلقِ عظیم ہے" میں اسوہ حسنہ کی وضاحت میں لکھتے ہیں :

"آپ کی خصلت و عادات، قول و فعل اَور رویہ و کردار میں حسن بدرجہ اتم پایا جاتا ہے۔ چنانچہ حسن کے باعث ہی آپ کے محاسن یا مکارم اخلاق میں لا محدود عظمت و رفعت اَور لا متناہی آفاقیت و ہمہ گیری پائی جاتی ہے با الفاظ دیگر آپ کا حسن خلق آپ کی رحمت کی طرح کل عوالم کو محیط تھا"۔[7]

حضرت محمد ﷺ کی ذات مبارکہ کی اپنی پیش کردہ آفاقی تعلیمات کا آپ نمونہ تھی۔ اخلاق و عمل کا ہر نکتہ جو دوسروں کو سکھایا جاتا تھا آپ خود اُس کا عملی پیکر تھے۔ آپ نے ایک ایسا مثالی نمونہ پیش کیا جس کی پیروی اُمّتِ مسلمہ کے ہر فرد کے لیے با آسانی ممکن ہو سکے۔ زندگی کے ہر گوشے اَور ہر حیثیت سے آپؐ نے بہترین عملی نمونہ پیش کر کے یہ بات واضح فرمادی کہ دینِ اِسلام آسان ہے اَور قابل تقلید ہے اَور فطرتِ اِنسانی کے مطابق ہے۔ اُسوۂ رسول در حقیقت کتاب اللہ کی عملی تشریح و تفسیر ہے۔ اَور آیاتِ الٰہی کے عملی انطباق کی جلوہ نمائی ہے۔ ڈاکٹر یوسف القرضاوی 'سُنّت کے بیان کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"یہ سنت آپ ﷺ کی پوری زندگی اَور دعوتِ دین کی راہ میں آپ کی جدّوجہد اَور قربانیوں کا ایک جامع ریکارڈ ہے، اَور اپنے اندر جوامع الکلم، حکمت کے جواہر پارے، معرفت کے ذخیرے، اسرارِ دین، وجود کے حقائق، مکارم اخلاق، بے مثال قانون سازی، مسائل کے دائمی حل، تربیت کے باریک نکات، مشکل مواقع پر اعلیٰ ترین رہنمائی اَور فصاحت و بلاغت کے بلند ترین نمونوں کے ایک لازوال خزانے کو چھپائے ہوئے ہے۔ جسے جس قدر بھی اِستعمال کیا جائے ختم ہونے کا نام نہیں لیتا۔ نہ گردشِ لیل و نہار اِس کی تر و تازگی میں کوئی فرق پیدا کرتی ہے۔ پس دعوت دین حق کا حق ادا کرنے کے خواہش مند کسی شخص کے لیے اِس کے بغیر چارہ نہیں کہ وہ اِس بے پایاں سرمائے کی طرف رجوع کرے اَور اِس کے چشمہ صافی سے سیراب ہونے کی کوشش کرے"۔[8]

حضور نے قرآن پاک کی عملی و مثالی تشریح بن کے اِس بات کو واضح کیا کہ ہدایت کا سر چشمہ قرآن مجید ہی ہے۔ قرآن کی عملی تفسیر پیش کر کے آپ نے قرآنی طریقہ تزکیہ و تربیت کو ثابت کیا۔ آپ کے پیشِ نظر ایک ایسے معاشرہ کا قیام تھا جو قرآن کے خالص ربانی طریقہ کار پر قائم ہو۔ اَور تمام جاہلی اثرات سے پاک ہو۔ نزولِ قرآن کے وقت آنحضرت کو جس جاہلیت کا سامنا کرنا پڑا وہ عرب جاہلیت تھی اُس دَور میں آپ ﷺ قرآنی طریقہ کار زندگی کے اصولوں کے عملی اِنطباق سے اُس جاہلیت سے نبرد آزما ہوئے۔ سیّد قطب لکھتے ہیں:

"آپ ﷺ نے تعمیرِ سیرت سے لے کر تشکیلِ جماعت تک صرف قرآنی طریقہ تزکیہ و تربیت کا سہارا لیا۔ آپ کے پیشِ نظر ایک ایسی سوسائٹی کی تعمیر تھی جس کا دِل دِماغ، فکر واحساس، تشکیل و تنظیم اُسی طریقہ تربیت و تنظیم کے سوا کسی اَور عامل و محرک سے اثر پذیر نہ ہو اَور وہ تمام جاہلی اثرات سے پاک ہو"۔[9]

یہی وجہ تھی کہ عرب کے اُس جاہلانہ دَور میں حضور ﷺ نے مذہبی، معاشرتی و سیاسی، غرض زندگی کے ہر گوشہ کے اِرتقا کے لیے قرآنی رہنما اُصولوں کے مطابق اِصلاح و تربیت کی۔

اخلاق نبوی کا عملی انطباق:

عرب معاشرت کا سارا دارو مدار نسلی و خاندانی امتیازات پر تھا۔ یہ مکمل قبائلی نظام حیات تھا۔ جس کی بنیاد طاقت پر کھڑی تھی یعنی "جنگل کا قانون"۔ اِس معنی میں اُس دَور کا انسان پورے طور پر جنگلی اور وحشی پن کا مظہر و پیکر تھا۔ قانون و اقدار کا وجود تو تھا مگر اِن کا منبع و سر چشمہ قبائلی ذہنیت، جہالت یعنی خدا فراموشی اَور طاقت ور لوگوں کی اغراض و خواہشات تھیں۔ سارے امتیازات کا خاتمہ کیے بغیر اَور نسلوں اور خاندانوں کو باہم گر شیر وشکر کیے بغیر متذکرہ بالا ضابطے کا عملی اطلاق ممکن ہی نہیں تھا۔

ساتھ ہی عربوں میں اخلاقی، معاشرتی، تمدنی بے راہروی عروج پر تھی۔ عرب اجتماعی طور پر جہالت اَور بت پرستی میں سر فہرست تھے جنگ و جدل، چوری چکاری، بدکاری، شراب، جوئے / قمار بازی میں اُن کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ وہ راستوں کے راہ زن تھے، کاروان کے کاروان لوٹ لیتے تھے۔ قتل وغارت گری اُن کا شیوہ تھا۔ عورت کے ساتھ ظلم و ستم اَور بد سلوکی عام طور سے روا رکھی جاتی تھی' اُس کے حقوق پامال کیے جاتے تھے' اُس کا مال کوئی حیثیت نہ رکھتا تھا۔ بلکہ وہ ترکہ اَور میراث میں بھی کچھ نہ پاتی تھی اَور خود میراث تسلیم کی جاتی تھی' اُس کو نکاح وطلاق کا کوئی حق حاصل نہ تھا۔ یتیم کا کوئی پرسانِ حال نہ تھا۔ غرض جہالت کا اِس قدر دَور دَورہ تھا کہ تہذیب و تمدن کا نام ونشان بھی باقی نہ رہا تھا۔

اِن حالات میں اللہ کے نبی ﷺ نے تیرہ سال تک عقائد و نظریات اَور دین کے اساسی مسائل پر کام کیا۔ اُن عقائد و نظریات کی اصلاح کی جو توحید، رسالت و آخرت پر مشتمل تھے۔ اِن کی اصلاح کے بعد ہی ممکن ہوا کہ افراد کی زندگی میں اِنقلاب رونما ہو سکا۔ سیّد قطب اس ضمن میں لکھتے ہیں:

"آپؐ نے نظریات کا اعلان فرمایا، اُن کے لیے ان تھک جدّوجہد کی، لوگوں کے دماغ میں اِسلامی نظریات بیٹھ گئے، اِن نظریات کے خطوط پر ایک ریاست تشکیل پا گئی اَور اُس کا اقتدار مضبوط ہو گیا، لوگوں نے اپنے رب کو پہچان لیا اَور صرف اُسی کی بندگی کرنے لگے، اِنسان' اِنسان کی بندگی سے آزاد ہو گیا اَور ہر طرف لا الہ الا اللہ کی حکمرانی شروع ہو گئی اَور اِس نظریہ کے قائلین کی وہ پوری تربیت ہو گئی جو اللہ کو مطلوب تھی تو اِس طریقِ کار کے عظیم الشان نتائج سامنے آ گئے۔ اِس طریق کار کے مطابق جو اِنقلاب رونما ہوا' اُس کے اثرات یہ ہوئے کہ معاشرے کو ہر قسم کے ظلم و ستم سے پاک کر دیا گیا، ایک خالص اِسلامی نظامِ زندگی قائم ہوا جس کی اساس عدل واِنصاف اَور کلی مساوات پر تھی۔ لوگوں کے اخلاق درست ہو گئے۔ نفوس پاک ہوئے اَور اُن کے دِل وروح آئینہ بن گئے"۔[10]

اِنفرادی تربیت سے ہی اجتماعی تربیت ممکن ہوئی۔ آپ نے اوّل افراد کی اِنفرادی تربیت فرمائی اور اِن ہی افراد نے اِسلامی نظامِ حیات کی بنیاد ڈالی۔ یہی قرآنی تربیت و تعلیم کا بنیادی جزو ہے کہ وہ افراد کو رُوحانی، عقلی اور مادّی اعتبار سے تیار کرتی ہے تاکہ ایک مضبوط، مستقل، با اختیار، آزاد فرد سامنے آئے جو فکر و عمل کے لحاظ سے معاشرہ کی ایک پختہ اینٹ ثابت ہو۔ سیّد محمد لقمان اعظمی ندوی لکھتے ہیں:

"تعمیرِ معاشرہ کی پہلی بنیاد مومن فرد کی تربیت ہے تاکہ اُس کی حیثیت معاشرہ کی عمارت میں ایک اچھی اینٹ کی ہو اور صحیح رائے عامّہ ہموار ہو۔ دوسری بنیاد فرد اور جماعت کے مابین باہم اُلفت و محبت، ربط و تعلق، اور کفالت پیدا کرنا ہے تاکہ دونوں میں سے ہر ایک پر کچھ ذِمّہ داریاں عائد ہوں اور کچھ حقوق ملیں"۔ [11]

اِصلاحِ معاشرہ کی ابتدا ایک فرد کی تعمیری و اِصلاحی تربیت اور شعور و حکمت ہی سے ہوتی ہے ایمان کے حصول کے ساتھ ہی فرد کی زندگی میں انقلابِ عظیم برپا ہو جاتا ہے۔ فرد کے ذِہنی و فکری اِرتقا کی بدولت، اُس کا عمل رفتہ رفتہ زندگی کے تمام گوشوں پر چھا جاتا ہے۔ ایک فرد کی اِصلاح و تربیت در حقیقت معاشرے کی وہ پائیدار مضبوط و مستحکم اینٹ ہے جو کسی معاشرہ کی نیو کے اِستحکام کے لیے ضروری ہے۔ فرد سے فرد مل کر ایک اجتماعی معاشرہ تشکیل پاتا ہے لہٰذا جس قدر افراد صالح، نیک اور اچھے ہوتے جائیں گے معاشرہ بھی اُسی قدر اِصلاح کی جانب گامزن ہوتا جائے گا۔ لہٰذا یہ بات طے ہے کہ افراد کی زندگی میں اِصلاح کے بغیر معاشرہ کی اِصلاح ممکن نہیں ہے۔ گویا اِنفرادی تعمیر و تربیت ایک اِجتماعی تعمیر کا پیش خیمہ ہوتی ہے۔ آپؐ نے نظریاتی و فکری اِصلاح سے اِنفرادی تربیت کی بنا ڈالی اور ساتھ ہی آپؐ نے قرآن کی عملی تفسیر و تشریح بن کر لوگوں کے عمل و کردار کی اِصلاح فرمائی۔ آپ ﷺ کا اُسوۂ حسنہ لوگوں کے لیے روشنی کا مینار تھا جس کی روشنی نے اُن کے ذات کے ہر گوشے کو منور کر دیا۔ محمد قطب لکھتے ہیں:

"آپؐ کی شخصیت بڑی ہی عظیم اور ہمہ گیر تھی۔ آپ ﷺ بیک وقت مختلف اور متنوع حیثیتوں کے حامل تھے اور ہر حیثیت اور ہر جہت میں آپؐ کا کمال اپنی اِنتہا کو پہنچا ہوا تھا۔ آپؐ ایک مردِ مجاہد اور فوجی جرنیل بھی تھے۔ آپؐ باپ بھی تھے، شوہر بھی تھے، اور کثیر الاخراجات خاندان کے سربراہ بھی تھے۔ آپؐ اپنے خاندان کی شعوری و فکری و نفسیاتی ضرورتوں کی بھی تکمیل فرماتے تھے۔ آپؐ دوست اور ساتھی بھی تھے اور رِشتہ دار بھی تھے۔ آپؐ عابد بھی تھے اور خدا کی ایسی عبادت کرتے کہ کسی کا خیال نہ رہتا۔ اور اِن سب کے ساتھ آپؐ نے ایک عظیم اور ہمہ گیر تحریک کی راہ نمائی بھی فرمائی۔ آپؐ اِس دُنیا میں لوگوں کے لیے مثالی نمونہ بن کر تشریف لائے۔ اور آپؐ کو دیکھنے والے قرآن کے احکامات و ہدایات کو عملاً آپؐ کی ذات میں جلوہ گر دیکھتے۔ آپؐ کی ذاتِ اقدس سب سے بڑا عملی نمونہ اور مثالی پیکر تھی۔ آپؐ نے قول سے پہلے اپنے عمل سے اِنسانوں کو ہدایت و تربیت دی"۔ [12]

آپؐ نے زندگی کے ہر گوشے میں قرآن کے اُصول و ضوابط کا عملی انطباق پیش کیا۔ اور افراد کو جاہلیت کے سمندر سے نکال کر علم و عمل کی بلند چوٹی پر پہنچا دیا۔ آپؐ نے افراد کی ذہن سازی کی اور جس کے نتیجے میں بہترین کردار کے حامل افراد سامنے آئے جنھوں نے ایک صالح معاشرہ کی تدوین میں بھرپور کردار ادا کیا۔ گویا آپؐ نے ایک ایک فرد کو ہیرے کی طرح تراش خراش کے ایسا شعاع ریز بنا دیا جس کی روشنی سے معاشرہ منور ہو گیا۔

اِنسانیت کی فلاح و بہبود اللہ تعالیٰ کے نافذ کردہ طبیعی' معاشرتی و تمدنی قوانین پر عمل پیرا ہونے ہی میں مضمر ہے۔ اِس سے نفسِ اِنسانی کی تعمیر و ترقی ممکن ہے اور نفسِ اِنسانی کے اِصلاح سے اِنسان دوسروں کے لیے خیر خواہی' رواداری' محبت' فلاح' اور بھلائی میں رُوحانی سکون

محسوس کرتا ہے۔ اِنھی بنیادوں پر اِنسانوں کے مابین وہ عالمگیر تعلق فروغ پاتا ہے جو ساری دُنیا کے اِنسانوں کو ایک رشتہ خاص میں پرو دیتا ہے۔ یہی اِس کائنات کا مقصود و مطلوب ہے۔

عصرِ حاضر میں اخلاقِ نبوی کی ضرورت و اہمیت:

موجودہ دَور اگرچہ ایجادات، ترقی، ارتقا، صنعتی انقلاب اور آسایشوں کی اِنتہاؤں کی جانب گامزن ہے لیکن در حقیقت موجودہ جدید دَور کے خالق علم و دانش اَور حقیقی فکر و شعور سے محروم ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ زندگی کے ضوابط و قوانین، عادات و اطوار، اعلیٰ اقدار معاشرت، اَور اخلاقی پیمانوں کا مصدر اَور سرچشمہ باری تعالیٰ کا نازل کردہ دینِ اسلام نہیں ہے بلکہ خود ساختہ جاہلانہ پیمانے مقرر کر لیے گئے ہیں جن کا دینِ اِسلام سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ موجودہ دَور میں ہم جدید جاہلیت کا شکار ہیں جو اللہ کی ہدایت اَور احکامات کے بالمقابل ہے۔ سیّد قطب اِس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"قرآن کی نظر میں جاہلیت اُس نفسیاتی کش مکش کا نام ہے جس میں پھنس کر لوگ اللہ کی ہدایت قبول نہیں کرتے اَور وہ اِنتظامی ڈھانچہ ہے جو اللہ کے نازل کردہ احکام کو نہیں مانتا"۔[13]

اللہ تعالیٰ نے اِنسان کو زندگی گزارنے کے ضوابط و قوانین عقائد و تصورات، اعلیٰ اقدار معاشرت اَور اخلاقی پیمانے دینِ اسلام کی صورت میں متعین کر دیے ہیں۔ اب اِس کے برخلاف اگر اِنسان اپنی خواہشاتِ نفس کی پیروی کرے تو وہ در حقیقت جاہلیت کی نشانی ہے اَور اِسلام کے مطابق نہیں۔ اِسلام کا مزاج یہ ہے کہ اِن قوانین و ضوابط کی پابندی اَور شریعت کے نفاذ کو ممکن بنا کر بنی نوع انسان کے لیے فلاح و کامرانی کے دروازے کھولے جائیں اَور ہمہ گیر بھلائی مہیا کی جائے۔ یہ بھلائی صرف اُس صورت میں ممکن ہے کہ اِنسان کے فکر و عمل اَور اِس کائنات کے اُصول و ضوابط میں ہم آہنگی پیدا ہو جائے۔

اَوّلین دَور سے ہی اِسلام کا یہی ہدف رہا کہ اِنسانوں کے تخلیق کردہ غلط تصورات، غلط نظامِ زندگی، مضرت رساں عادات و اطوار اَور جاہلانہ اوہام اَور ابہام کی بیخ کنی کی جائے اَور ایک ایسا معاشرہ تعمیر کیا جائے جہاں اِسلامی اُصول و قوانین کا بول بالا ہو۔ اِور جس کا بنیادی اصول: اللہ و رسول کی حکمرانی و اطاعت ہو۔ ارشاد ہے:

وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآاَنْزَلَ اللهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ هُمْ وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللهُ اِلَيْكَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ اَنَّمَا يُرِيْدُ اللهُ اَنْ يُّصِيْبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ[14]

ترجمہ: اَور (ہم پھر تاکید کرتے ہیں کہ) جو (حکم) اللہ نے ناز[1]ل فرمایا ہے۔ اُسی کے مطابق اِن میں فیصلہ کرنا اَور اِن کی خواہشوں کی پیروی نہ کرنا اَور اِن سے بچے رہنا کہ کسی حکم سے جو اللہ نے تم پر نازل فرمایا ہے یہ کہیں تم کو بہکا نہ دیں۔

موجودہ دَور میں پوری اِنسانیت پر جاہلیت چھائی ہوئی ہے۔ اِس جاہلیت کو چھوڑ کر اِسلامی نظامِ زندگی کے دائرۂ کار میں داخل ہونا ہی دراصل مطلوب و مقصود ہے۔ لہٰذا ضرورت اِس بات کی ہے کہ ضابطہ حیات کے اُصولوں کو دَورِ جدید کے عملی فکری مسائل کے لحاظ سے وضع کیا جائے اَور اُن کی تعبیر نو پیش کی جائے کہ آج کا اِنسان اِن اُصول و ضوابط کو عملی طور پر اپنی زندگی پر منطبق کر سکے۔ اِس کے لیے لازم ہے کہ قرآنی آیات اَور اُسوۂ رسول کی زرّین مثالوں سے اِن اُصول و ضوابط کے عملی انطباق کو ممکن بنایا جا سکے۔ موجودہ دَور میں عورت نہایت ناگفتہ حالات میں پائی جاتی ہے۔ ایک طرف تو جاہلانہ عادات اَور تقلید جامد نے اُس کے فکر و عمل کو مفلوج کر دیا ہے تو دوسری طرف تحریک نسواں اَور دَورِ جدید کی

1

اختراعات وافترا نے اُس کو راہِ راست سے گم گشتہ کر دیا ہے۔ ہماری نصف انسانیت در حقیقت قرآن اَور اُسوۂ رسول کی اُس تعبیر نو کی منتظر ہے جو اُس کے فکر و عمل میں انقلاب پیدا کر سکیں۔

حوالہ جات

---

[1] آل عمران۔19

[2] مودودیؒ، سیّد ابو الاعلیٰ، افکار و عمل، لاہور 4، ادارہ معارف اسلامی، 1988، ص 7

[3] البقرۃ:208

[4] النساء:174

[5] آل عمران:164

[6] الاحزاب:21

[7] نصیر احمد ناصر، ڈاکٹر، اخلاقیات نبوی، (مقالات)، مذاکرہ ملی اخلاقیات نبوی، مرتبہ حکیم محمد سعید، کراچی، ہمدرد فاونڈیشن پریس، 1982، ص 76

[8] القرضاوی، ڈاکٹر یوسف، فکری تربیت کے اہم تقاضے، مترجم: سلطان احمد اصلاحی، لاہور، اسلامک پبلی کیشنز، 1991 ص:114

[9] سیّد قطب، نشانات راہ، مترجم: معروف شاہ شیرازی، لاہور، منشورات اسلامی، 1983، ص 31: (ملخصا)

[10] سیّد قطب، نشانات راہ، محولہ بالا، ص 52-53

[11] ندوی، ڈاکٹر سیّد محمد لقمان اعظمی، عہدِ نبوی کا مدنی معاشرہ، البدر پبلی کیشنز، لاہور، 1996، ص 244

[12] محمد قطب، اسلام کا نظام تربیت، محولہ بالا، ص:301.302 (ملخصا)

[13] محمد قطب، جدید جاہلیت، محولہ بالا، ص 13

[14] المائدہ:49